عیسائیت کی تاریکی سے

اسلام کی روشنی کی طرف

نطاسیہ کیلی کے قبولِ اسلام کی ایمان افروز کہانی خود اس کی زبانی

بچپن سے ہی مجھے "اللہ پر ایمان ویقین" کی تعلیم دی گئی تھی۔ میں تقریباً ہر اتوار کو چرچ میں حاضر ہوتی اور بائبل سکول جاتی۔ مناجات مقدس میں میں بھی گیت گاتی، اسکے باوجود حقیقت یہ ہے کہ "مذہب" میری زندگی کا اہم حصہ نہ بن سکا۔ ہاں وہ لمحے بھی آتے جب میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے بہت قریب محسوس کرتی۔ میں اکثر ہدایت کے لئے اس سے دعا کرتی۔ مایوسی و ناامیدی کے لمحات میں حوصلہ وہمت کے لئے مدد مانگتی اور اپنی خواہشات کی بروقت تکمیل کیلئے اس کی اعانت کی طلب گار ہوتی لیکن میں نے جلد ہی محسوس کیا کہ اگر میں اللہ تعالیٰ سے کچھ دیر کے لئے کوئی چیز نہ مانگوں تو اللہ تعالیٰ کی قربت کے احساسات ختم ہو جاتے ہیں۔ میرے اندر یہ احساس بھی ابھرا کہ اگرچہ میں اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتی ہوں مگر ایمان سے محروم ہوں۔ میں دنیا کو ایک کھیل سمجھتی تھی۔ میرا خیال تھا کہ کچھ لوگوں کو فکری تحریک ملی اور انھوں نے بائبل لکھ دی اور کسی نہ کسی طریقے سے لوگ اس کے اندر ایمان پانے کے قابل ہو گئے۔

جوں جوں میں بڑی ہوئی اور دنیا کے بارے میں میری آگاہی میں اضافہ ہوا تو اللہ پر میرا یقین بھی بڑھا۔ "ایک مافوق الفطرت قوت ہی نوعِ انسانی کی رہنمائی اور حفاظت کر رہی ہے"۔ اس پر یقین کرنا میرے لئے بہت سہل تھا۔ 12 سال کی عمر میں، میں نے محسوس کیا کہ میری زندگی میں جہاں ایمان ہونا چاہیے، وہاں ایک خلاء ہے، جب کبھی مجھے ضرورت ہوتی یا مجھ پر مایوسی وناامیدی چھائی ہوتی تو میں سادگی سے دعا مانگتی، اس ہستی سے جسے "لارڈ" کہا جاتا ہے۔ ایک بار میں نے اپنی ماں سے پوچھا: جس "لارڈ" سے ہم دعاء مانگتے ہیں اور جس کی ہم عبادت کرتے ہیں، حقیقت میں یہ لارڈ ہے کون؟ عیسیٰ یا اللہ؟ اس بات پر یقین رکھتے ہوئے کہ میری ماں ہی صحیح ہے میں یسوع (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) سے ہی دعا مانگتی، اور ہر اچھی بات کو ان سے منسوب کرتی۔

میں نے سن رکھا تھا کہ مذہب پر استدلال پیش نہیں کیا جا سکتا۔ (یعنی کہ یہ مذہب صحیح ہے یا غلط، اس پر کوئی دلیل نہیں دی جا سکتی اور نہ بحث ہو سکتی ہے) مگر میں اور میری سہیلیوں نے اس پر کافی بحث کی۔ پروٹسٹنٹ،

کیتھولک ازم اور یہودیت پر میں اکثر اپنی سہیلیوں سے بحث کرتی۔ ان بحثوں سے میں اپنی ذات کے اندر زیادہ سے زیادہ تحقیق کرتی اور سوچتی کہ مجھے اپنی ذات کے اندر پائے جانے والے خلاء کو پر کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے 13 سال کی عمر میں، میں نے سچائی کی تلاش شروع کر دی۔

اس دوران میں میری ماں نے میرے رویے میں آنے والی تبدیلیوں کو محسوس کیا۔ نوٹس لیا اور تب سے میرے "مذہبی مرحلہ" کا آغاز ہو گیا۔ میرا رویہ اس مذہبی مرحلہ سے بہت دور تھا۔ میں نے صرف اپنے نئے علم میں اپنی فیملی کو شریک کیا۔ میں نے عقائد و عبادات، مذہبی رسوم اور عیسائیت کے اندر پائے جانے والے مختلف نظریات کے بارے میں سیکھا اور معمولی حد تک یہودی عقائد اور عبادات کے بارے میں جانا۔

اپنی چند ماہ کی تحقیق سے میں نے محسوس کیا کہ اگر میں عیسائیت پر یقین رکھتی ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ میں اپنے جہنمی ہونے کو تسلیم کرتی ہوں۔ ماضی سے گناہوں کو زیر غور نہ بھی لاؤں تو میں پھر بھی صرف اس ایک راستے پر تھی جو سیدھا دوزخ میں جاتا ہے، اگرچہ عیسائیت کی تعلیم میں مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ اگر میں صرف یسوع کو اپنا لارڈ اور نجات دہندہ تسلیم کرلوں تو زندگی میں مجھے جنت کی ضمانت مل جائیگی لیکن میری تحقیق اس کے خلاف تھی۔

تحقیق کے نتیجے میں نہ صرف میں پہلے سے تھوڑے بہت موجود ایمان و یقین سے محروم ہو گئی بلکہ میرے ذہن میں بے شمار سوال ابھرے۔ ان سوالوں کو میں نے جو بھی صاحبِ علم عیسائی مجھے ملا اس کے سامنے رکھا مگر کسی سے بھی تسلی بخش جواب نہ ملا۔ میں یقین ضرور رکھتی تھی کہ خدا ہے اور یسوع کو نوعِ انسانی کی نجات کے لئے بھیجا گیا ہے۔ میری الجھنیں اور اضطراب بڑھتا چلا گیا۔ میری بے یقینی میں اضافہ ہو گیا۔ پندرہ سال تک میں نے آنکھیں بند کر کے ایک عقیدہ کی محض اس لئے پیروی کی کہ وہ میرے والدین کا عقیدہ تھا۔ میری زندگی میں کچھ ایسی چیزیں آئیں کہ میرا تھوڑا بہت جو ایمان تھا وہ ختم ہو گیا۔ میری تحقیق رک گئی۔ میں نے اپنی ذات کے اندر بائبل اور چرچ میں مزید ریسرچ بند کر دی۔ میں نے کچھ عرصہ کے لئے سب کچھ ترک کر دیا۔ میری ذات بلا کی درشت شخصیت میں بدل گئی...... یہاں تک کہ ایک سہیلی نے مجھے ایک کتاب دی۔ یہ کتاب "مسلم کرسچین ڈائیلاگ" تھی۔ میں نے کتاب کو پڑھا۔ مجھے یہ بتاتے ہوئے شرم آتی ہے کہ میں نے اپنی تحقیق کے دوران میں کسی دوسرے مذہب کے بارے میں غور ہی نہ کیا۔ میرا تو سارا علم اور تحقیق عیسائیت تک محدود تھی اور میں نے اسے چھوڑنے کے بارے میں کبھی نہ سوچا تھا۔ اسلام کے بارے میں میرا علم برائے نام تھا۔ درحقیقت اسلام پر غلط فہمیوں کی ایک تہ جما دی گئی ہے اور اسے ایک دقیانوسی مذہب سمجھا جاتا ہے۔ میں نے مزید کتب مانگیں۔ مجھے اسلام کے بارے میں کتابیں اور پمفلٹس بھی ملے۔

میں نے اسلام کا مطالعہ عقلیت اور روشن خیالی کے پہلو سے کیا۔ میری ایک نہایت قریبی دوست

مسلمان تھی۔ میں اس سے اکثر اسلامی عبادات کے بارے میں سوال پوچھتی لیکن اسلام میرا عقیدہ بنے گا اسکے بارے میں کبھی ایک بار بھی نہ سوچا تھا۔ اسلام سے متعلق کئی باتوں نے مجھے اس سے بیگانہ کئے رکھا۔

اسلام کا مطالعہ کرتے ہوئے دو ماہ ہوئے تھے کہ ماہ رمضان آگیا۔ ہر جمعہ کو جب بھی میرے لئے ممکن ہوتا میں مقامی مسلم کمیونٹی کے افطار اور قرآن فہم کے پروگرام میں شریک ہوتی۔ جو سوال میرے ذہن میں پیدا ہوتے وہ پوچھتی۔ ان کے ایمان ویقین کی کیفیت نے مجھے مرعوب کردیا تھا، میں نے اپنے آپ کو اس مذہب کی طرف کھنچتے ہوئے محسوس کیا...... جس سے میں بیگانہ تھی۔ یہ سوچتے ہوئے کہ میں طویل عرصے سے اندرونی طور پر تنہائی کا شکار ہوں اور اسلام کئی پہلوؤں سے مجھے سکون دے سکتا ہے۔ میں اسلام کی طرف راغب ہوتی گئی۔ میں خداشناسی چاہتی تھی۔ سب سے بڑھ کر میں جنت حاصل کرنے کا ایک موقع چاہتی تھی۔ میں نے محسوس کرنا شروع کردیا کہ عیسائیت مجھے یہ نہیں دے سکتی، جبکہ یہ سب کچھ اسلام مجھے دے سکتا ہے۔

۱۹ مارچ ۱۹۹۷ء کو ہفتہ وار کلاس سے واپسی پر میں نے گھر کے اندر از خود ہی کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ ۲۶ مارچ کو گواہوں کے سامنے میں دوبارہ پڑھا اور باقاعدہ مسلمان بن گئی۔ اس موقع پر جو خوشی میں نے محسوس کی، وہ بیان نہیں کرسکتی۔ میرے کندھوں سے جو بوجھ اترا اور میں نے اپنے آپ کو جس قدر ہلکا محسوس کیا، یہ کیفیت بھی میری قوت وبیان سے باہر ہے۔ اس طرح بالآخر مجھے ذہنی سکون مل گیا۔ اسلام قبول کئے پانچ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے اور اس عرصہ میں اسلام نے مجھے ایک بہتر شخصیت بنادیا ہے۔ میں پہلے سے مضبوط ہوں اور اشیاء کو بہتر طور سمجھنے لگی ہوں۔ میری زندگی نمایاں طور پر تبدیل ہوئی ہے۔ اب میں ایک واضح مقصد حیات رکھتی ہوں۔ عیسائیت کا غلبہ رکھنے والی سوسائٹی میں ایک اچھا مسلمان بننے کی کوشش بہت سخت کام ہے اور عیسائی فیملی میں رہنا اس سے بھی کہیں زیادہ مشکل ہے۔ بہر حال میں دل شکستہ نہیں ہوں۔ میں اپنی موجودہ ناخوشگوار صورتحال کو زیر بحث لانا نہیں چاہتی...... لیکن مجھے یقین ہے کہ میرا جہاد مجھے مضبوط بنا رہا ہے۔

کسی نے مجھے بتایا تھا کہ میں مسلمان گھرانوں میں پیدا ہونے والے کئی مسلمانوں سے بہتر ہوں، اس لئے کہ میں اللہ کو تلاش کرنے کے تجربات سے گزری ہوں اور میں نے اللہ کی عظمت و رحمت کو محسوس کیا ہے۔ میں جان گئی ہوں کہ زمین پر اوسطاً ۷۰ سال کی زندگی آخرت میں جنت کی زندگی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، رحمت اور کریمی کو بیان کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ مجھے امید ہے کہ میری یہ داستان لوگوں کی مدد کرے گی، جن کے احساسات ایسے ہی ہیں، جیسے میرے تھے اور وہ ایسے جدوجہد کررہے ہیں جیسی میں نے کی تھی۔ (بشکریہ : ریڈنس، بھارت)